Vol.4 No.2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق و فرائض

قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE RIGHTS AND DUTIES OF MINORITIES IN THE ISLAMIC WELFARE STATE AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF QURAN AND SUNNAH

*ڈاکٹر حافظ محسن ضیاء قاضی (1)

**ڈاکٹر محمد شاہد حبیب (2)

Abstract:

The minorities are as a citizen of the Islamic welfare state as Muslims. This paper shows the rights and duties of non-Muslims minorities which they have in the Islamic Welfare State. Islamic State is bound to protect the fundamental rights of minorities i.e. right to life, tight to property and right to respect and honor as well. Islamic welfare State must protect their religious places and they are not being forced for accepting Islam at any period of life. However, in response of these rights they are to be bound to respect Islam and state's constitution. In illegal practices or in other criminal matters, the Islamic State has right to punish them. So, minorities should obey the rules of Islamic Welfare State because if they disobey the law of the Islamic Welfare State and become rebel then they are to be treated as enemies of the State.

Keywords: *Islamic Welfare state, Minorities, Rights and Duties.*

قرآن حکیم کے نظریات کی بنیاد اخلاقیات، محبت، رحمدلی، عجزوانکساری، ایثاروقربانی، رواداری اور امن وسلامتی پر ہے۔اہل ایمان جو قرآنی نظریات کی روشنی میں زندگی گزارتے ہیں، وہ نرم دل، عفو در گزر اور تدبر کرنے والے، منکسر المزاج اور حیادار، عادل اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ارد گرد محبت، احترام، دوستی اور خوشیاں بانٹنے والے ہوتے ہیں نہ کہ وہ شدت پسند، فسادی، قتل وخونریزی کرنے والے ہوتے ہیں ۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی ومعمولات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہترین اسوہ قرار دیاہے۔اور رہتی دنیاتک آپ ﷺ کے حقوق بذریعہ وحی متعین فرمادیئے ہیں۔ملکی مسائل میں سے ایک مسئلہ اقلیتوں سے تعلقات کا ہے۔کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ روابط وتعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر اسکی نوعیت اور دائرہ کار کیا ہو سکتا ہے؟ قرآنِ کریم نے اس سلسلہ میں یہ عظیم اوراساسی اصول بیان کیاہے کہ اقلیتوں کے ساتھ برتاؤ اور لین دین میں اصل یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کارویہ اختیار کیاجائے اوران کے ساتھ نیکی اوراحسان کرنے میں اس وقت تک ہاتھ نہ کھینچا جائے جب تک ان کی طرف سے صریح دشمنی اور عہد شکنی کا عملی مظاہرہ نہیں ہوتا۔کلام الٰہی کا یہ قانون محض کاغذی قانون اور پڑھنے کی حد تک نہیں ہے، بلکہ اس کے عملی نفاذ کی ایک شاندار تاریخ بھی موجود ہے۔پیغمبر اسلام، خلفائے راشدین اور دیگر مسلم حکمرانوں سے لے کر عامۃ المسلمین تک ایسے متعدد واقعات اوراقِ تاریخ میں ملیں گے جن سے تاریخ کا چہرہ ضیاء یاب ہوا، خصوصاً رسول اللہ ﷺ کا اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کارویہ اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ عصر حاضر کے حالات وواقعات اور وقت کی اہم ضرورت کے مدِ نظر اس موضوع کو اختیار کیا گیاہے اور یہ مقالہ درج ذیل مباحث پر مشتمل ہو گا جس کی بدولت اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق و فرائض متعین ہو سکیں گے:

اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کا تعارف

---

1 ۔ HODاسلامک سٹڈیز، ایمبلم، راولپنڈی۔

Email: zia3840@gmail.com

2 ۔ اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک سٹڈیز، خواجہ فرید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ آئی ٹی۔

Email: shahidhbeeb@gmail.com

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اقلیت کے لفظی و لغوی معنی کم تعداد یا تھوڑے ہونے کے ہیں ۔ اصطلاح میں اقلیت کا لفظ زیادہ تر مذہب کے باب میں استعمال کیا جاتا ہے۔اقلیت سے مراد یہ ہے کہ کسی ریاست میں اکثریت کا جو مذہب ہے اس کے علاوہ دوسرے مذاہب کے حامل افراد اقلیت کہلائیں گے۔تمام ریاستیں آئینی طور پر اقلیتوں کا احترام کرتیں ہیں اور ان کے حقوق کو تسلیم کرتیں ہیں، جس کے پیشِ نظر ان کو حقوق بھی دیئے جاتے ہیں۔جو معاشرہ اقلیتوں کو تحفظ فراہم نہیں کرتا وہ قانوناً مجرم ہے۔دنیا میں جہاں کہیں بھی اقلیتیں غیر محفوظ ہیں یا وہ اپنے حقوق سے محروم ہیں تو اس میں قانون کی کوئی خرابی نہیں بلکہ وہ معاشرہ قانون پر عمل پیرا نہیں ہے۔

دنیا کا سب سے خوبصورت اور جامع قانون اللہ تعالیٰ کا ہے۔اسلام جس طرح اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے اس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کو بنیادی ضروریات زندگی،تحفظ جان ومال اور آبرو وغیرہ فراہم کیا جاتا ہے۔اور بے شک ایک فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی عظیم اکثریت کے ساتھ اقلیتوں کو بھی تمام تر حقوق فراہم کرے، مذہب کی جبری تبدیلی کو نا ممکن بنایا جائے،توہین مذہب اور ناموس رسالت ﷺ کے بے بنیاد الزامات کو قانونا جرم قرار دیا جائے ، لیکن قانون سازی کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ عوام کی مجموعی طور پر اس طرح تربیت واصلاح کی جائے کہ دیگر مذاہب کے بارے میں متشددانہ اور انتہاپسندانہ سوچ کا خاتمہ ہو سکے۔اب یہاں ایک آخری لیکن اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اقلیتوں یا غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کیسے کی جائے تو اسکی ایک صورت تو یہ ہے کہ مختلف ذرائع اور وسائل سے غیر مسلموں تک اسلام کی تعلیمات پہنچائی جائیں اور اسلام سے شناسائی پیدا کی جائے لیکن میرے نزدیک اس کی بہترین اور اعلیٰ صورت تو یہ ہے کہ افراد کا انفرادی کردار اور ریاست کا مجموعی نظام اسلامی حدود اور خطوط پر اس طرح استوار ہو کہ وہ نا صرف دوسری ریاستوں کو بھی متاثر کرے بلکے انفرادی طور پر افراد کے اذہان اور قلوب کو بھی اسلام کی صداقت اور حقانیت کا قائل کرے۔

اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق:

اسلامی فلاحی ریاست میں امن اور استحکام کے لئے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیتوں کے درج ذیل حقوق ادا کرے:

1۔غیر مسلم اقلیتوں کے جان ومال اور عزت وعصمت کی حفاظت کرنا

کسی بھی غیر مسلم کو بغیر قصاص یا کسی وجہ کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔اور فرمایا جو ایک جان کو ناحق قتل کرے گا گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾(1)

جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے لیے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا ' اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کسی انسان کا ناحق قتل کرنا جائز نہیں۔شریعت اسلامی میں کسی انسان کے قتل کے جواز کسی صرف چند صورتیں ہیں:

1. قصاص کی صورت میں قتل کی اجازت ہے۔
2. جنگ کی صورت میں لڑنا جائز ہوگا۔
3. کسی مسلمان کا مرتد ہو جانا۔
4. شادی شدہ کا زنا کرنا۔
5. ڈاکہ ڈالنا اور فساد فی الارض کا باعث بننا۔

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نبی کریم ﷺ نے کسی ذمی (غیر مسلم شہری) کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا»(2)

یعنی جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو ناحق قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔

اس حدیث پاک کا واضح مفہوم یہی ہے کہ غیر مسلم شہری کو جو بلاوجہ قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے اتنا دور کر دے گا کہ وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ اس لئے غیر مسلم اقلیتوں کو جانی تحفظ فراہم کرنا اہل اسلام کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح ان کے اموال کی حفاظت کرنا اور ان کو تحفظ پہنچانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کسی بھی غیر مسلم شہری کے مال پر ناحق قبضہ کرنا جائز نہیں ہیں۔ جیسا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں خیبر کے موقع پر منع فرمایا کہ تمہارے لئے کسی غیر مسلم کے مال پر ناحق قبضہ کرنا حرام ہے:

«أَلَا وَإِنِّي أُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ أَمْوَالَ الْمُعَاهَدِينَ »(3)

یعنی خبردار میں تمہارے لئے غیر مسلم اقلیتوں کے اموال پر ناحق قبضہ کرنا حرام قرار دیتا ہوں۔

قرآن حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی مسلم ریاست میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال میں ناحق تصرف کیا جائے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے جان و مال کی حفاظت کریں۔ اسلام ایک غیر مسلم کی عزت و تکریم کرنے کا حکم اسی طرح دیتا ہے جس طرح ایک مسلمان کی عزت و تکریم بجالانے کا حکم ہے۔

2۔ غیر مسلم اقلیتوں کے معاشرتی، اخلاقی و سماجی حقوق کا احترام کرنا

اسلامی فلاحی ریاست میں امن اور استحکام کے لئے غیر مسلم اقلیتوں کے معاشرتی، اخلاقی و سماجی حقوق ادا کرنا ضروری ہیں۔ جب غیر مسلم اقلیتیں خود کو اس حوالے سے محفوظ سمجھیں گی تبھی وہ ریاست کے آئین کا احترام کریں گی جس سے اسلامی ریاست فلاح کی طرف سفر کر سکے گی۔ غیر مسلم اقلیتوں کے معاشرتی، اخلاقی و سماجی حقوق درج ذیل ہیں:

- غیر مسلم اقلیتوں کی عیادت کرنا

غیر مسلم میں سے جب کوئی بیمار ہو یا کسی اور علت میں مبتلا ہو تو کسی رشتے، تعلق یا انسانی ہمدردی کی بناء پر اس کی عیادت کرنا یا تسلی و دلاسے کی غرض سے اس کے پاس جانا درست ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی خدمت ایک یہودی لڑکا کیا کرتا تھا، جب وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ غُلاَمٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآله وسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآله وسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: «أَسْلِمْ»، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: «الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ» (4)

یعنی ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس وہ بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے فرمایا: تم اسلام قبول کر لو۔ لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے باپ نے کہا: ابو القاسم ﷺ کا حکم مان لو۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گا۔ نبی کریم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔

علامہ ابن قیمؒ نے غیر مسلم کی عیادت کے حوالے سے چند اقوال نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی ہمدردی کی بناء پر غیر مسلم مریض کی عیادت جائز ہے۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

”اثرم نے کہا، میں نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ ان سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا جا رہا تھا جس کی ایک عیسائی کے ساتھ رشتہ داری تھی کہ کیا وہ اس کی عیادت کر سکتا ہے؟ ابو عبد اللہ نے جواب دیا: ہاں۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ عیسائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تیمارداری میں (مذہبی) تنگ نظری آڑے نہیں آئے گی۔“(5)

مذکورہ بالا احادیث واحکام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلم رشتے دار، تعلق دار یا پڑوسی ہو تو انسانی ہمدردی کے ناطے اس کی عیادت کرنی چاہیے۔ اس سے رشتہ کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور اہلِ اسلام کے اعلیٰ اخلاق وکردار کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

- غیر مسلم سے تعزیت کرنا

غیر مسلم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو اس کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرنا جائز ہے۔ اور تعزیت کی اجازت بھی اسلام نے اس لئے دی ہے تا کہ غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اظہار ہو اور وہ ہماری انسانی ہمدردی سے متاثر ہوں۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

”منصور، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر تم غیر مسلم میں سے کسی آدمی کی تعزیت کرو تو یوں کہو: اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور اولاد کو بڑھائے اور تمہاری زندگی یا عمر لمبی کرے۔“(6)

ہمارے محلہ داروں میں سے اگر کوئی عیسائی مر جائے تو ہم اس سے محلے داری کی وجہ سے انسانی ہمدردی کے تحت اس سے تعزیت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ملک میں عیسائی موجود ہیں اور ان سے ہمارے معاشرتی تعلقات بھی ہیں۔

- غیر مسلم کے جنازہ کا احترام کرنا

تعزیت اور تیمارداری کے ساتھ ہم غیر مسلم کے جنازوں میں بھی ان کی تالیفِ قلبی کے لئے شریک ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاملات سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کسی کا کوئی رشتہ دار اہلِ کتاب میں سے ہو اور وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جاسکتی ہے البتہ اس کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ:

” قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میری ماں نصرانیہ تھی اور وہ فوت ہو گئی ہے۔ قیس بن شماس کی خواہش تھی کہ وہ اپنی والدہ کے جنازے میں شریک ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ اور اس کے آگے آگے چلتے رہو۔“(7)

اس فرمانِ رسول ﷺ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہم غیر مسلم کے جنازے میں ان کی تالیفِ قلبی کے لئے شریک ہو سکتے ہیں مگر ہمیں جنازے سے آگے آگے چلنا چاہیے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے قیس بن شماس سے فرمایا تھا کہ جنازے کے آگے آگے چلنا۔ عیسائی یقیناً مشرکین سے بہتر ہیں۔ اسلام تو مشرکین کے ساتھ بھی دلجوئی کی غرض سے حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اور اسی کے تحت ان کے جنازوں میں جانے کی اجازت بھی ہے۔ جیسا کہ محمد بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا کہ:

يُشَيِّعُ الْمُسْلِمُ جِنَا زَ ةَ الْمُشْرِكِ؟ قَالَ نَعَمْ ۔ (8)

یعنی مسلمان کسی مشرک کے جنازے کے ساتھ چلے تو یہ کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ درست ہے۔

لہٰذا مسلمان اگر کسی مشرک کے جنازہ میں انسانی ہمدردی کے تحت شریک ہو سکتا ہے تو اہلِ کتاب کے جنازے میں تو بدرجہ اتم شامل ہو سکتا ہے۔ ہاں ان کی کسی مذہبی رسومات میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور صرف اظہارِ ہمدردی کے لئے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے یا تعزیت کے الفاظ ادا کر سکتا ہے۔

- غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک

قرآن مجید نے غیر مسلم اہلِ کتاب کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مسلمان جب بھی اہلِ کتاب کے ساتھ بات کریں تو حکمت کے تحت عمدہ اور حسین انداز میں کریں۔ ان غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ جھگڑا کرنے کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں ان کا حکم الگ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Vol.4 No.2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

﴿ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾(9)

یعنی اور اہلِ کتاب سے جھگڑانہ کرو مگر ایسے طریقہ جو بہترین ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، اور ان سے کہہ دو کہ ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور تمہاری طرف نازل کی گئی تھی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبر دار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اہلِ کتاب ہمارے ساتھ کسی نہ کسی بات پر مطابقت رکھتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ باقی غیر مسلموں کی نسبت زیادہ بہتر سلوک روا رکھنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اہل کتاب کے ساتھ حسن سلوک کا زیادہ حکم دیا ہے۔

- غیر مسلم کے ساتھ عدل وانصاف

اقلیتوں میں سے جو لوگ امن پسند ہوں اور اسلام کے خلاف کسی جھگڑے اور فساد میں شریک نہ ہوں تو قرآن مجید ایسے غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ استوار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (10)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور ان سے عدل وانصاف کا برتاؤ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی غیر مسلموں کے معاملہ سختی سے عدل وانصاف فرمانے والے تھے۔ جیساکہ حضرت عبد الرحمٰن بن بیلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

" ایک مسلمان نے یہودی شخص کو قتل کر دیا، مقدمہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (قصاصاً) حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔"

(11)

گویا غیر مسلم کے جان ومال کی حفاظت کرنا، عدل وانصاف کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم ﷺ کے معاملات سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی عزت کرنے کا حکم دیا۔

3۔ غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی کا حاصل ہونا

قرآن مجید نے غیر مسلموں کے ساتھ اسلام لانے کے بارے میں جبر کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو دعوت دو حکمت اور نرمی کے ساتھ کیونکہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہی حکم دیا کہ آپ یہود ونصاریٰ کو اپنے درمیان نقطہِ وحدت پر بلائیں جو کہ توحید ہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کی ذات میں کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔ باقی مذہبی معاملات میں ان کو مکمل آزادی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾(12)

یعنی (مسلمانو! یہود ونصاریٰ سے) کہہ دو کہ: اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو، (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے بھی غیر مسلموں کو مذہبی اعتبار سے مکمل آزادی دی ہے اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر تم کسی ذمی کا حق تلف کروگے تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے مدعی بن جاؤں گا۔ جیساکہ امام بیہقی نے نقل کیا ہے کہ:

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبر دار! جس نے کسی معاہد (ذمی) پر ظلم کیا یا اُس کے (سیاسی، مذہبی، سماجی، معاشی و معاشرتی حقوق میں سے کسی) حق میں کمی کی یا اسے کوئی ایسا کام دیا جو اُس کی طاقت سے باہر ہو یا اُس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اُس سے لے لی تو قیامت کے دن میں اُس (غیر مسلم) کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔" (13)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہدِ پاک میں مسجد نبوی میں نجران کے وفد کو جگہ دی اور وہیں انہوں نے اپنی مذہبی رسومات بھی ادا کیں۔اسی طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہلِ ایلیا کو امان دی گئی جس کی عبارت کا مفہوم کچھ یوں ہے:

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطاب نے اہلِ ایلیا کو دی ہے۔ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں، ان کے صحت مندوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی جائے۔ان کے گرجوں میں نہ رہائش رکھی جائے گی نہ گرایا جائے گا اور نہ ہی ان میں کوئی کمی کی جائے گی۔" (14)

معلوم ہوا کہ اگر ان کے علاقوں کو مسلمان فتح کر کے ان سے معاہدہ کر لیں اور وہ مسلمانوں کے مطیع ہو کر رہیں تو ان کو مذہبی طور پر مکمل آزادی دی جائے گی۔۔

اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کے فرائض:

اسلامی فلاحی ریاست میں امن اور استحکام کے لئے جس طرح اسلامی ریاست پر بہت ساری ذمہ داریاں عائد ہوتیں ہیں کہ وہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرے بالکل اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کے ذمے بھی چند فرائض ہیں جن کی ادائیگی خطے میں امن اور فلاح کا باعث بنے گی۔وہ فرائض درج ذیل ہیں:

1۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مملکتِ اسلامیہ کے احکامات کا لحاظ رکھنا

اقلیتوں کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا لحاظ رکھیں۔کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے شریعت کے احکامات پامال ہوتے ہوں۔اقلیتیں اگر اسلام کے آئین کی پاسداری کریں گی اور ریاستِ اسلامیہ میں نافذ قانون کی پابندی کریں گی تو ریاست پوری ذمہ داری سے ان کے حقوق ادا کرے گی۔اگر غیر مسلم اقلیتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ یا آئینِ ریاستِ اسلامیہ کے خلاف بغاوت کریں گی تو پھر ان کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔پھر ریاست کو حق حاصل ہو گا کہ وہ ان کے خلاف قانونی کاروائی کرے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَO فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَO وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾ (15)

ان میں سے بعض لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا اور وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔پس اگر آپ ان کو میدان جنگ میں پائیں تو ان کو دھتکار دیں تاکہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ عبرت حاصل کریں۔ اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر برابر ان کی طرف پھینک دیں، بیشک اللہ عہد شکنوں کو پسند نہیں کرتا۔

گویا غیر مسلم شہری کے حقوق اسی صورت میں محفوظ ہوں گے جب وہ ریاست اسلامی کے وفادار رہیں گے۔نبی کریم ﷺ نے جب ریاستِ مدینہ کی بنیاد رکھی تو اس وقت وہاں دیگر غیر مسلم قبائل بھی موجود تھے، آپ ﷺ نے ریاست کے امن اور بقاء کی خاطر ان قبائل (اوس و خزرج) سے عہد کیا۔کچھ مدت گزرنے کے بعد غیر مسلم قبائل نے بدعہدی شروع کر دی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں ریاست بدر کر دیا۔اس معاہدہ کو نقل کرنے کے بعد امام نووی لکھتے ہیں:

"ذمی معاہدہ توڑنے کے بعد حربی بن جاتا ہے اور اس پر اہل حرب کے احکام جاری ہوتے ہیں"۔ (16)

لہٰذا ریاستِ اسلامی میں شریعتِ اسلامیہ اور آئینِ ریاست سے بغاوت کرنا بہت بڑا جرم ہے جس کی بنا پر مجرم کے خلاف تادیبی کاروائی ہو گی اور یہی مجرم اگر غیر مسلم شہری ہو گا تو اس کے حقوق بھی تلف ہو جائیں گے۔اس لئے اقلیتوں کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے دل سے خیر خواہ ہوں اور ہمیشہ اس کے وفادار رہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

2۔اہلِ اسلام کے جذبات واحساسات کا احترام کرنا

اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ شعائرِ اسلام کا احترام ہر حال میں قائم رکھیں۔کیونکہ کوئی بھی مسلمان اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ، قرآن مجید، انبیاء علیہم السلام اور دیگر عقائد ومذہب سے تعلق رکھنے والی کسی بھی چیز کی توہین برداشت نہیں کرسکتے۔ آج کل قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی گستاخیاں کرکے غیر مسلم مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو مجروح کرتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرتی امن تباہ ہوتا ہے اور پھر نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ایسے میں مسلمان کس طرح اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرسکتے ہیں۔جب غیر مسلم اپنے فرائض کا پاس نہیں رکھیں گے اور مسلمانوں کے جذبات واحساسات مجروح کرتے رہیں گے تو ریاست ان کے حقوق ادا نہیں کرپائے گی بلکہ ان کے خلاف قانونا کاروائی ہوگی۔جیسا کہ مرتدین کے خلاف یمن میں کاروائی کرتے ہوئے حضرت عرفہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عیسائی نے نبی کریم ﷺ کی توہین کی۔حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تو ان کے ساتھ معاہدہ کر چکے ،یعنی ان کو کچھ کہہ نہیں سکتے۔اس پر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ہم ان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں خود کو ایذا دیں۔ہمارا معاہدہ تو فقط یہ تھا کہ انہیں اپنے کلیساؤں کے اندر کھل کر بات کرنے کی اجازت ہے اور ہم ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں اور ان کو اپنے دین پر آزادی سے عمل کرنے دیں اور جب وہ ہمارے پاس آئیں تو ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق فیصلہ کریں۔یعنی رسول اللہ ﷺ کی جب وہ توہین کریں گے تو وہ معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوں گے۔ (17)

رسول اللہ ﷺ کی اقلیتوں کو دعوتِ دین اور غیر مسلم اقلیتوں کا ردِ عمل

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں جس طرح دعوتِ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اسی طرح جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو یہاں بھی غیر مسلم اقلیتوں کو دین کی دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔رسول اللہ ﷺ ابھی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پر ہی تھے کہ یہودیوں کے وفد سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو یوں اسلام کی دعوت دی، ارشاد فرمایا:

« يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ وَيْلَكُمْ اتَّقُوا اللَّهَ فَو اللَّهِ الَّذِي لا إِلَهَ إِلا هُوَ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا وَأَنِّي جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَأَسْلِمُوا »[18]

یعنی اے گروہ یہود! تمہارا ستیاناس ہو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس رب کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور بے شک میں تمہارے پاس دینِ حق لے کر آیا ہوں، پس تم اسلام قبول کرلو۔

اس حدیثِ پاک سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کرتے ہی سب سے پہلے مدینہ طیبہ کی غیر مسلم اقلیت یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی۔رسول اللہ ﷺ کی دعوتی حکمتِ عملی میں سے یہ بھی ہے کہ غزوات کے دوران قتال سے قبل غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جاتی اگر وہ دعوت قبول کرلیتے تو چھوڑ دیا جاتا ورنہ جنگ کی جاتی۔جیسا کہ غزوہ خیبر میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیتے وقت ارشاد فرمایا:

« على رسلِكَ انفُذْ حتَّى تنزلَ بساحتِهم ، فإذا أُنزِلتَ بساحتِهم فادعُهم إلى الإسلامِ وأخبِرهُم بما يجبُ عليهِم منهُ منَ الحقِّ أو من حقِّ اللهِ فواللَّهِ لَإِنْ يَهدي اللَّهُ بكَ رجلًا واحدًا خيرٌ لكَ مِن حُمْرِ النَّعَمِ »[19]

یعنی سیدھے جاؤ، یہاں تک کہ ان کے صحن میں پہنچ جاؤ، پھر انہیں اسلام کی دعوت دینا اور اسلام کے مطابق ان کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان سے انہیں آگاہ کرنا۔اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تمہاری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ بلاشبہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ریاستِ مدینہ میں غیر مسلم اقلیتوں کو اسلام کے قریب کرنے کے لئے ہر ممکنہ صورت کو اختیار کیا۔یہاں تک کہ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو میثاق مدینہ یہودی قبائل اور مسلمانوں کے مابین طے کیا۔اس کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ یہودیوں کو اسلام کے قریب آنے کا موقعہ ملے۔مزید معاہدے کی ضرورت درج ذیل امور کی وجہ سے پیش آئی۔

ا: مدینہ میں رہنے والوں کے جملہ حقوق وفرائض کا تعین کرنا۔

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۲:مہاجرین کے لیے معاشرتی ضرورتوں کا پورا کرنا۔

۳:مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ سمجھوتہ کرنا تاکہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کا تحفظ کر سکیں۔

۴:مدینہ کی سیاسی تنظیم سازی اور فوجی قوت کا مضبوط و منظم اہتمام کرنا۔

۵:قریش مکہ نے مہاجرین کو جو مالی و جانی نقصان پہنچایا ہے ان نقصانات کا ازالہ کرنا۔

ان امور کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے ایک تحریری معائدہ طرفین کی فلاح اور حقوق کے تحفظ کے لئے طے کیا۔یہ معاہدہ جامعیت کے اعتبار سے تاریخ اسلامی کا اہم ترین باب ہے۔اس معاہدے کی ۵۳ دفعات ہیں جو کہ ابن ہشام نے رقم کیں ہیں۔ [20]

رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں بسنے والے منافقین کو بھی دعوتِ دین دیا کرتے تھے۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کی طرف خود تشریف لے گئے تا کہ اس کے پاس جا کر اس کو اسلام کی دعوت دی جائے۔اسی طرح ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہو کر آپ ﷺ نے منافقین کو دعوت دی اور ارشاد فرمایا کہ تم اہلِ اسلام کو اذیتیں دینے سے باز آجاؤ۔جیسا کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بر سرِ منبر بلند آواز سے ارشاد فرمایا:

« يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ، لَا تُؤْذُوا المسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ المسْلِمِ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ » [21]

یعنی اے وہ لوگو جو اپنی زبان کے ساتھ مسلمان ہوئے اور ایمان ان کے دل تک نہیں پہنچا،مسلمانوں کو اذیت نہ دو اور نہ ان پر طعن زنی کرو اور نہ ہی ان کے عیب ڈھونڈنے کے درپے رہو،کیونکہ بے شک جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کوتاہی کی ٹوہ میں رہتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کی خامی تلاش کرتے ہیں اور جس کی خامی اللہ تعالٰی تلاش کریں تو وہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنے گھر کے درمیان میں (لوگوں سے چھپا ہوا بھی)ہو۔

گویا رسول اللہ ﷺ نے اشاعتِ دین کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیا جہاں میسر آیا لوگوں کا اجتماع ہوا یا وہ انفرادی طور پر ملے ہر ایک کو اسلام کی دعوت دی۔

ریاستی امن کے لئے آج کے دور میں درپیش مسائل کا حل سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

امن انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔اس کے بغیر نہ تو کوئی ریاست قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی وہ آگے ترقی کی طرف گامزن ہو سکتی ہے۔معاشرتی ترقی اور بقاء کا راز امن میں مضمر ہے۔کسی بھی معاشرے میں جب فرقہ واریت،دہشت گردی،قتل وغارت اور نفرت نہ ہو تو اس کو امن کہتے ہیں۔اس لئے پاکستان میں قیامِ امن کے لئے ضروری ہے کہ انتشار،فتنہ وفساد،لڑائی جھگڑا،گالم گلوچ،قتل وغارت اور مذہبی منافرت کا خاتمہ کیا جائے۔موجودہ دور میں پاکستان کے اندر بدامنی کی بہت ساری وجوہات ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

1۔دین سے دوری:آج ہم قرآن سے دور ہوتے جارہے ہیں،جیسا کہ گذشتہ بحث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہم قرآن مجید کو ضابطہ حیات کے طور پر نہیں لیتے بس حصولِ برکت اور اپنے دنیاوی مفاد کے لئے پڑھتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اپنے مثالی اسوہ حسنہ سے اقوام عالم میں انقلاب برپا کیا اور اسلام کی پہلی ریاست،ریاست مدینہ میں عدل وانصاف اور مساوات واخوت کا علم بلند کر کے امن کی مثال قائم کر دی۔ہم نے اس عظیم اسوہ پر عمل نہیں کیا اور بجائے اخوت قائم کرنے کے ہم نے تفریق و تقسیم کی اور آپس میں نفرتوں،قتل وغارت گری اور سب وشتم کو رواج دیا۔اللہ تعالٰی کے حکم کی سرعام مخالفت کی کہ اس کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھاما اور تفرقہ میں مبتلا ہو گئے۔

2۔مذہبی عصبیت:پاکستان میں بدامنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم مذہبی تعصب کا شکار ہیں۔ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے کی بجائے نفرت کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے 622ء میں میثاق مدینہ (یہودیوں کے ساتھ معائدہ)کے ذریعے پرامن فلاحی معاشرے کا نظریہ دیا۔جس کی برکت سے مدینہ کے متحارب قبائل اوس و خزرج میں امن قائم ہوا۔عیسائیوں کو مدینہ کی مسجد میں قیام اور عبادت کی اجازت دی،اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان احترام مذہب کی بنیاد ڈال دی۔مہاجرین مکہ جن میں بنوہاشم اور بنوامیہ کے افراد تھے ان میں ”نظام

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مواخات" قام کرکے باہمی رواداری کی بنیاد رکھی۔یہودیوں کے قبائل بنو نفیر،بنو قریظہ، سے سماجی مواخات،احترام مذاہب اور ہم آہنگی کرکے اجتماعی نظام فلاح واصلاحِ معاشرہ کا انقلابی تصور پیش فرمایا۔

3۔سیاسی بصیرت کی کمی: بدامنی کی ایک بڑی وجہ ملک پاکستان میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں ان کے اندر فہم و فراست کی کمی ہے۔یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر امن کی بحالی اور پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کی بجائے آپس میں تعصب کا شکار ہیں اور ایک دوسرے کو ذرا برابر بھی برداشت نہیں کرتے سوائے جس جگہ اپنا کوئی ذاتی مفاد نکل آئے۔

4۔عدم برداشت: بدامنی کی ایک وجہ عدم برداشت بھی ہے کیونکہ ریاست میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے باشندے آپس میں ایک دوسرے کو برداشت نہ کریں۔کسی بھی معاشرے میں اختلافات ضرور پائے جاتے ہیں مگر معاشرتی حسن یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اختلافات کا احترام کریں اور دوسروں پر مہربانی کا رویہ روا رکھیں۔ہم جس وقت غصہ میں آتے ہیں تو دوسروں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے،برداشت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر برداشت پیدا کریں اور دوسروں کے دین، نظریات اور عقائد کا احترام کریں اس سے خطے میں امن آسانی سے قائم ہو جائے گا۔

5۔علماء کی عدم دلچسپی: امن کی بحالی میں ایک داعی، مبلغ اور واعظ کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ہمارے ملک میں عوام الناس علماء کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر اکثریت عوام عمل بھی کرتی ہے۔ہمارے علماء کرام اس دلچسپی سے قیام امن کے لئے کوشاں نہیں ہیں جیسا کہ معمولات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے تھے۔علماء کرام علمی و فکری مسائل کو فرقہ واریت کا سبب نہ بننے دیں اور تحقیقی و تدریسی باتوں کو چوک چوراہوں میں بیان کرنے سے گریز کریں۔مذہبی اختلافات بالخصوص مسلکی اختلافات کے آداب میں اکابر علماء و اسلاف امت کی روایات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں جو باہمی احترام و تعاون سے موسوم و عبارت ہیں۔دیگر مذاہب کا احترام کریں اور جہاں انہیں اسلام کی دعوت دیں وہاں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنا مثالی کردار بھی پیش کریں۔

6۔اقلیتوں کا فرائض سے کوتاہی: غیر مسلم اقلیتوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے مذاہب کے امور میں جہاں احترام و آزادی چاہتے ہیں وہاں مسلمانوں کے عقائد و نظریات اور ان کے جذبات و احساسات کا احترام ضرور کریں۔جس وقت منافرت کا رویہ روا رکھا جائے اس وقت کبھی بھی ریاست میں امن قائم نہیں ہو سکتا، کیونکہ مذہبی ہم آہنگی آپس میں جوڑتی ہے اور منافرت تفریق پیدا کر دیتی ہے۔

انہیں درخشاں اصولوں کے تحت اسلامی معاشرہ پر امن رہا اور آج بھی ہم انہی اصولوں سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے پر امن پاکستانی معاشرے کی تکمیل کا سفر جاری رکھیں تو یقیناً بہت زیادہ مثبت نتائج حاصل ہوں گے۔

خلاصہ بحث

دورِ حاضر میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ امن و سکون کے ساتھ رہنا ہر طرح سے اسلامی فلاحی ریاست کی ضرورت ہے۔ریاست اسلامی ان کے جملہ حقوق ادا کرے اور ان سے مطالبہ بھی کرے کہ اقلیتیں اپنے فرائض ضرور ادا کریں۔دورِ حاضر میں امن و امان خطہ کی اشد ضرورت ہے کیونکہ دور جدید میں مہلک ترین ایٹمی ہتھیاروں کی کوئی کمی نہیں اور ذراسی بے احتیاطی سے عالمی دنیا میں بہت بڑی تباہی ہو سکتی ہے۔اس ہولناک تباہی سے بچنے اور امن کی بقاکے لیے بین المذاہب ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری اسی صورت میں ہو گی جب مذہبی آزادی ہو اور رواداری کا مظاہرہ ہو اور بانیان مذاہب کا احترام ہو کیونکہ زور زبردستی سے کسی کے خیال وفکر اور عقیدے کو تبدیل کرنا ممکن نہیں۔بین المذاہب ہم آہنگی جو امن عالم کے لیے ضروری ہے اس وقت پیدا ہو گی جب ہم دوسروں کے مذہب وعقیدہ اور راہنماؤں کی عزت واحترام کریں گے۔اور جس طرح امن وسلامتی اور سیاسی مفادات کے حصول کی خاطر آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیادیں رکھ کر غیر اقوام وملل سے معاہدات کیے اسی طرح ہم بھی حکمت و دانائی کا مظاہرہ کریں۔جہاں کہیں مسلمان اور دیگر غیر مسلم اقلیتیں مل کر اکٹھے رہتے ہیں وہاں ایک دوسرے کے معاشرتی،اخلاقی و معاشی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔اور بین

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

المذاہب ہم آہنگی جو دنیائے عالم کے امن وسلامتی کے لیے ایک اہم ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ تبلیغ دین ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور غیر مسلموں کو دین کی طرف لانا اور اسلام کی اشاعت کا کام تسلسل سے کرنا عصر حاضر میں قدرے مشکل ہے۔ ہمیں اس دعوتی عمل میں کامیابی اس وقت ہو گی جب ہم رسول اللہ ﷺ کے طریقے کار پر عمل پیرا ہوں گے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے خوبصورت انداز سے غیروں سے کلام کیا اور ان کے مزاج وطبعیت کا خیال رکھا اسی طرح حکمت اور عمدہ نصیحت کے تحت غیر مسلم اقلیت کو اسلام کے قریب کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلے میں امت مسلمہ تفریق و تقسیم کو چھوڑ کر دعوتی عمل کے لئے اتحاد و یگانگت کے ساتھ آگے بڑھے۔ خود اسلامی تعلیمات پر عمل کریں، اپنے کردار کو مثالی بنائیں تا کہ ہم مضبوط دعوے کے ساتھ اقلیتوں کی غلط کاریوں کی نشاندہی کر سکیں۔

سفارشات

۱۔ مدارس دینیہ میں تعلیم کے نظام کو جدید اور مؤثر بنایا جائے۔ مدارس میں مناظرے ومجادلے سکھانے کی بجائے دیگر مسالک کا احترام اور اختلافات کے باوجود ان کو برداشت کرنے کی باضابطہ تربیت کی جائے۔

۲۔ قرآن سنت کی روشنی میں قیام امن کے لئے ایک اجتماعی پلیٹ فارم ہو جو لوگوں کو بار بار ترغیب دلائے اور باہمی رواداری پیدا کرنے کے لئے سیمینار بھی منعقد کروائے۔ مسلکی اتحاد واتفاق کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری اور برداشت کے لئے لوگوں کی تربیت کی جائے۔

۳۔ حکومتِ وقت قیام امن کے لئے سختی سے فرقہ واریت کو روکے اور پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق پر منظم طریقے سے پالیسی کو عملی جامہ پہنائے اور اقلیتوں کی بھی اس حوالے سے تربیت کا اہتمام کیا جائے کہ وہ بھی اپنے اندر صبر و تحمل اور برداشت پیدا کریں۔

۴۔ جرائم کی روک تھام کے لئے شرعی حدود کا نفاذ کیا جائے کیونکہ مجرم سزاؤں کا منظم نظام اور عدالتوں میں انصاف کی فراہمی نہ ہونے کی وجہ سے ہٹ دھرمی کے ساتھ جرائم پر ڈٹے رہتے ہیں اور یہی بات استیصال امن کا باعث ہے۔ لہذا انصاف کی فراہمی کے ساتھ ساتھ شرعی حدود کو نافذ کیا جائے۔

5۔ مذہبی حلقوں سے ہٹ کر عام عوام اور بڑے افسران اور کاروباری لوگوں میں بھی تربیت کا بہت بڑا فقدان ہے۔ یہ لوگ چھوٹوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور اپنے نیچے کسی کی عزت و آبرو کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ ان کے لئے قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں تربیت کا اہتمام کیا جائے جس کی نگرانی حکومت خود کرے۔

6۔ پاکستان میں قیام امن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عالمی امن کی بحالی کی کوششیں بھی کی جائیں۔ اس کے لئے عالمی سطح پر بین مذہب رواداری، مکالمہ، احترامِ مذاہب وانسانیت، انتہاپسندی سے گریز، وسعتِ قلبی اور قیام امن کی بحالی پر پروگرام منعقد کروائے جائیں جس سے عالمی امن کی طرف مثبت پیش رفت ہو سکے۔

حوالہ جات

4۔ المائدہ:5/32

6۔ صحیح بخاری، البخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، بیروت: دار الفکر، 1981ء، کتاب الجزیہ، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، حدیث نمبر 3166، ج4، ص99

7۔ معجم الکبیر لطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الشامی، القاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، 1994ء، باب الخاء تحت عنوان مقدام بن معدی کرب، عن خالد بن ولید، حدیث نمبر 3828، ج4، ص111

10۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات، حدیث نمبر 1354، ج2، ص94

12۔ احکام اھل الذمہ، ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابو بکر، بیروت: دار ابن حزم، 1997ء، ج1، ص427

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

14۔ایضاً،ص427

15۔سنن دار قطنی،ابوالحسن علی بن عمر بن احمد مہدی،لبنان:دار الفکر،1966ء،کتاب الجنائز،باب وضع الیمنی علی الیسری،حدیث نمبر1835،ج2،ص439

18۔ایضاً،ص218

19۔العنکبوت:29/46

21۔الممتحنہ:60/8

22۔سنن بیہقی،ابو بکر احمد بن حسین بن علی،مدینہ منورہ:مکتبہ الدار،1989ء،کتاب الجراح،باب بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المومن بالکافر،حدیث نمبر 15918،ج8،ص56

23۔آل عمران:3/64

25۔بیہقی،باب ماجاء فی اکل لحوم الحمر الاھلیہ،حدیث نمبر 19469 ،ج9،ص205

26۔تاریخ الامم والملوک،طبری،ابو جعفر محمد بن جریر،بیروت:دار الاحیاء التراث،1407ھ،ج449،2

27۔الانفال:8/57،56

28۔منہاج شرح صحیح مسلم،النووی،باب قضیۃ الہند،حدیث نمبر1714،ج12،ص7

29۔مجمع الزوائد،الہیثمی،ابوالحسن نور الدین علی بن ابو بکر بن سلیمان،القاہرہ:مکتبہ القدسی،1994ء،ج6،ص13

18 ۔ صحیح بخاری،کتاب مناقب الانصار،باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ الی المدینہ،حدیث نمبر۳۹۱۱،ج۵،ص۶۲

32۔ صحیح مسلم،کتاب فضائل الصحابہ،باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ،حدیث نمبر۲۴۰۶،ج۴،ص۱۸۷۲

20 ۔السیرۃ النبویہ ،عبدالملک بن ھشام،(تحقیق عبدالرءوف سعد)بیروت:دارالجیل،۱۴۱۱ھ،ج۳،ص۳۰

21 ۔ سنن الترمذی،الترمذی،محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی،مصر:مکتبہ مصطفی البابی۱۳۹۵ھ،باب ماجاء فی تعظیم المومن،حدیث نمبر۲۰۳۲،ج۴،ص۳۷۸